مولانا ارشاد الحق ادارہ علوم اثریہ

احسن الکلام پر ایک نظر

مولانا سرفراز صاحب حضرت ابن عباس کے اثر پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اسمٰعیل بن ابی خالد کی عیزار بن حریث سے تاریخی لحاظ سے ملاقات بھی محلِ غور ہے کیونکہ ثانی الذکر کی وفات ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ کو ہوئی اور اول الذکر کی وفات ۱۴۶ھ میں ہوئی۔ اگر سماعت حدیث کے وقت اسمٰعیل کی عمر کم از کم دس سال بھی ہو تو اس لحاظ سے ان کی ولادت ۱۱۲ھ میں ہوئی ہوگی اور درمیان کا اتنا طویل زمانہ اس کا متحمل نہیں ہے کہ امکان لقاء ہو خصوصاً جب کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کی صرف ۱۲ صحابہ کرام سے ملاقات ہوئی ہے اور یہ تقریباً ناممکن ہے کہ ۱۱۲ھ میں پیدا ہونے والا شخص صرف ۱۲ صحابہ سے ملاقات کر سکے جب کہ ہزاروں صحابہ کرام ۹۰ تک موجود تھے اور ۱۱۰ تک صحابہ کا دور تھا اور یہ صاحب مدلس بھی تھے۔"

احسن الکلام ص۱۳۵ ج۲

لیکن یہاں مولانا صاحب نے خواہ مخواہ تکلف سے کام لیا اور محض خرص و تخمیص سے سیدھی اور صاف بات کو الجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی تحقیق کی تان ٹوٹی تو "تہذیب التہذیب" پر۔ ہم عرض کریں گے کہ جرح و تعدیل بالخصوص وفیات کا علم وسیع مطالعہ اور کتب بینی کا محتاج ہے اور تحقیق کے میدان میں صرف "تہذیب" پر اعتماد ایک سی بحاث کی شان کے منافی ہے۔ عیزار کی وفات کے متعلق تہذیب سے جس انداز سے مولانا صاحب نے استنباط فرمایا یہ بحث بھی دلچسپ ہے لیکن ہم یہاں صرف اس پر اکتفا کریں گے کہ اسمٰعیل کی عیزار

سے ملاقات تاریخی اعتبار سے صحیح ہے یا نہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق اسمٰعیل کی پیدائش ۴۸ ھ یا ۴۹ ھ میں ہے کیونکہ وہ ابراہیم النخعی سے دو سال چھوٹے تھے امام ابن سعد فرماتے ہیں

"کان اصغر من ابراهیم النخعی بسنتین"

(ابن سعد ص ۲۴۴ ج ۶)

اور امام النخعی کی پیدائش علی اختلاف الاقوال ۴۶ھ یا ۴۷ھ ہے جبکہ ان کی وفات ۹۶ھ میں ۴۹ یا ۵۰ سال کی عمر میں ہوئی ملاحظہ ہوں۔ ابن سعد ص ۲۸۴ ج ۶، تہذیب ج ۱، ص ۱۷۷، التقریب ص ۲۹۔ بنابریں اسماعیل بن ابی خالد کی پیدائش ۴۸ یا ۴۹ ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۱۴۶ھ میں جبکہ عیزار علی الاصح ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے تو اسماعیل کی عیزار سے عدم ملاقات کا تاریخی لحاظ سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بالخصوص جبکہ یہ روایت "تحدیثاً" ہے (ملاحظہ ہو، کتاب القرأۃ ص ۱۳۷)

اور امام بیہقی فرماتے ہیں:

"هذا اسناد صحیح لاغبار علیه"

لہٰذا انقطاع اور عدم ملاقات کا شبہ قطعاً غلط فہمی پر مبنی ہے۔ رہی یہ بات کہ اسماعیل نے صرف ۱۲ صحابہ سے سماع کیا ہے۔ حالانکہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں صحابہ کرام رض سے ان کی ملاقات ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن یہ بات اس لئے غلط ہے کہ غلط فہمی سے مولانا صاحب نے اسماعیل کی ولادت ۱۲ھ میں قرار دی۔ لہٰذا جب بہ بنیاد ہی غلط ہے تو اس پر اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا ہے لیکن اگر مولانا صاحب پھر بھی مطمئن نہیں تو ان ہی کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ حضور بتلایا جائے، ابراہیم النخعی نے کتنے صحابہ سے سماع کیا؟ اور کن کن سے ملاقات ہوئی؟ امام ابن مدینی تو فرماتے ہیں، ابراہیم النخعی کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔ البتہ امام ابو حاتم اور امام ابن معین کی یہ رائے ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے ملاقات ہے لیکن ان سے سماع صحیح نہیں (تہذیب ج ۱ ص ۱۷۷)

حافظ ابن حجر نے انہیں طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے جس کے متعلق مقدمہ تقریب میں خود وضاحت کر دی ہے کہ صرف ایک دو صحابہ کو دیکھا ہے لیکن کسی سے سماع ثابت نہیں۔ اس کے برعکس اسماعیل نے ان سے دو سال چھوٹے ہونے کے باوجود ۱۲ صحابہ سے ملاقات کی ہے۔ حافظ

ابن حجر نے طبقہ رابعہ میں انہیں شمار کیا ہے اور ان کے ترجمہ میں صراحت کی ہے کہ حضرت ابوجحیفہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ عمرو بن حریث اور ابوکامل جو صحابہ میں سے شمار ہوتے ہیں، روایت کی ہے۔ بنابریں یہ اعتراض نسبتاً اسماعیل کے ابراہیم النخعی پر وزنی ہے۔ کیا مولانا صاحب اس کے دفاع کی کوشش فرمائیں گے؟

قارئین کرام اندازہ فرمائیے، مقلدین کے "مایۂ ناز عالم دین" اور "شیخ الحدیث" صاحب نے اولاً عیزار کی سنہ وفات بتلانے میں غلطی کی۔ ثانیاً اسماعیل کی ولادت محض اٹکل پچو سے ۱۲ھ قرار دی اور پھر یہ اعتراض بھی جڑ دیا کہ اس کی تو ہزاروں صحابہ کرام سے ملاقات ہونی چاہیے تھی۔ اسی ضمن میں ان کی یہ بدحواسی بھی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"تقریب میں عیزار کی وفات ۱۱۶ کے بعد لکھی ہے اور ۱۴۶ھ اس کے بعد ہی ہے فاصلہ کی کمی کہاں سے آگئی اور اگر ۱۱۶ھ بھی تسلیم کرلیں تب بھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں صحابہ کرام سے ان کی ملاقات ہونی چاہیے تھی صرف بارہ کی ملاقات کے کیا معنیٰ؟"

سوال یہ ہے کہ آپ کو ملاقات کے لئے کتنا فاصلہ درکار ہے؟ کیا ۱۴۶ھ میں فوت ہونے والا شخص ۱۱۶ھ میں فوت ہونے والے شخص سے سن نہیں سکتا ہے؟ اگر تیس سال کا بُعد عہد سماع سے مانع ہے تو پچاس ساٹھ سال کا بعد سماع سے مانع کیوں نہیں؟ آپ حضرات امام ابوحنیفہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جزء سے ملاقات پر اتنا زور کیوں صرف کرتے ہیں؟ مزید یہ کہ کیا پہلی عبارت میں صحابہ سے ملاقات کا سوال اسماعیل سے متعلق تھا یا عیزار کے متعلق؟ اور حافظ ابن حجر نے کہاں لکھا ہے کہ عیزار نے ۱۲ صحابہ سے ملاقات کی ہے؟ حافظ نے تو اسماعیل کے متعلق لکھا ہے کہ ۱۲ صحابہ کا زمانہ انہوں نے پایا ہے (تہذیب ج ۱، ص ۲۹۲) اس کے بعد آپ کا عیزار کی وفات ۱۱۶ھ کے بعد تسلیم کرتے ہوئے یہ مطالبہ کرنا کہ "تب بھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں صحابہ سے ان کی ملاقات ہونی چاہیے تھی"، کیا بدحواسی کا مظاہرہ نہیں؟

اس پر مستزاد یہ کہ ہمارے یہ حضرت اسی اثر کے جواب میں فرماتے ہیں:

"اور اس کی سند میں اسماعیل بن ابی خالد ہیں جو الکوفی تھے اور مؤلف خیرالکلام

لکھتے ہیں کہ "جب اہل کوفہ کی نقل صحیح نہیں تو تطبیق کی بھی ضرورت نہیں"۔ جب
اہل کوفہ کی نقل صحیح نہیں تو پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ حضرت ابن عباس کی ان صحیح
روایات سے تطبیق دینے کے لئے وجوہ تلاش کریں جو جلد اول میں گذر چکی ہیں۔الخ

(ج ۲، ص ۱۴۴)

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ یہاں مولانا صاحب نے اتنی غیر ذمہ داری کا ثبوت کیوں دیا ہے! افسوس یہاں بھی انہوں نے اپنے روایتی دجل و فریب سے کام لیتے ہوئے جس انداز سے ہاتھ کی صفائی کا کرتب دکھایا اس کے متعلق ہم کوئی رائے دینا نہیں چاہتے۔ ہم اس کا فیصلہ قارئین پر اٹھا رکھتے ہیں۔ حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد گوندلوی متعنا اللہ بطول حیاتہ نے مقام مذکور میں حضرت عمرؓ کے اثر پر بحث کی ہے جو دو صفحات پر مشتمل ہے۔ ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ خیر الکلام ص ۲۹۳، ۲۹۴ ملاحظہ فرمائیں۔

اس مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے قراۃ خلف الامام ثابت ہے اور شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مقتدی کے لئے قرأت جائز نہیں۔ پھر شاہ صاحب سے ان دونوں اقوال میں تطبیق نقل کرنے کے بعد اس پر محاکمہ کرتے ہوئے حضرت الاستاذ نے لکھا ہے کہ تطبیق کی ضرورت تب ہے جب حضرت عمرؓ سے منع کی روایت صحیح ہو مگر وہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں ابن عجلان کا سماع حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں لہٰذا یہ مرسل ہے اور مرسل عند المحدثین ضعیف ہے۔ اس تفصیل کے بعد فرماتے ہیں کہ :

"جب اہل کوفہ کی نقل صحیح نہیں تو تطبیق کی بھی ضرورت نہیں"

اندازہ فرمائیے حضرت الاستاذ "اہل کوفہ کی نقل" سے کیا مراد لے رہے ہیں، لیکن مقلدین کے "شیخ الحدیث" صاحب اسے کس انداز میں بیان فرما رہے ہیں۔ اگر کلام فہمی اسی کا نام ہے تو سے

سخن فہمی عالم بالا معلوم شد

پھر یہ کہ اسماعیل بن ابی خالد وہی راوی ہیں جن کی توثیق انہوں نے خودرج ا صـ۳۰۲ میں کی ہے اور امام ابن مہدی، ابن معین، نسائی، عجلی، ابن عمار، یعقوب بن سفیان، ابوحاتم،

یعقوب بن شیبہ، ابن حبان اور ابن عیینہ سے ان کے متعلق ثقہ ثبت، حافظ، حجۃ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ یہی ایک مقام ایسا نہیں جہاں انہوں نے اپنے مخالفین کی عبارتوں کو غلط انداز میں پیش کرتے ہوئے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔ لگے ہاتھوں ایک اور مثال بھی سن لیجئے چنانچہ مولانا صاحب نے ج ۱، ص۳۱ پر حضرت ابن عمرؓ کا اثر نقل کرکے محدث مبارکپوری کے اعتراض کو جس انداز سے پیش کیا ہے، اولاً ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت ابن عمرؓ کے اس اثر کا حضرت عمرؓ کے اثر سے تعارض ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کی اجازت دی تھی اور چونکہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے سے سنت کے زیادہ بڑے عالم تھے اس لئے حضرت عمرؓ کے اثر کو ابن عمرؓ کے اثر پر ترجیح ہوگی۔"

اس اعتراض کے جواب میں ہمارے مہربان نے جس بھونڈے کردار کا مظاہرہ فرمایا وہ احسن الکلام میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں یہاں نہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے اثر سے بحث کرنا ہے اور نہ ہی حضرت مولانا صاحب کی "شیریں بیانی" کے متعلق کچھ کہنا ہے بلکہ بتلانا یہ ہے کہ یہ اعتراض محدث مبارکپوری کا نہیں بلکہ علامہ نیموی (جنہیں ہمارے مہربان محقق نیموی کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں) نے یہ تطبیق آثار السنن میں ایک بحث کے ضمن میں ذکر کی ہے اور اسی کے جواب میں الزامی طور پر مولانا مبارکپوری نے اسے دہرایا ہے چنانچہ ابکار المنن کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

قال النیموی فی باب وضع الیدین قبل الرکبتین اما ما ذکرہ البخاری من حدیث ابن عمر موقوفا فیعارض بما اخرجہ الطحاوی بسند صحیح عن عمر بن الخطاب موقوفا وعمر اعلم بالسنۃ من ابنہ عبداللہ فمنقول حدیث ابن عمر ھذا (ر) وا لا مالک موقوفا ولو ایادضہ بما اخرجہ الدار قطنی بسند صحیح عن عمر . . . وعمر اعلم بالسنۃ"

(ابکار المنن)

قارئین کرام دیکھئے، یہاں بھی مولانا صاحب نے کس قدر دیانت کا خون کیا ہے، ہم یہی عرض کریں گے کہ حضرت یہ تطبیق صحیح نہیں تو اپنا سر پیٹئے کہ اسے ذکر کرنے والے آپ

ہی کہ محقق نیموی ہیں ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

محدث مبارک پوری کا اس میں کیا جرم ؟ انہوں نے اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس پہ قطعاً اکتفا نہیں فرمائی بلکہ واضح الفاظ میں لکھا ہے :

ولنا عن اثر ابن عمر اجوبۃ اخری ایضا لکن لما کان النیموی رضی بھذا الجواب اکتفینا بہ "

کہ ابن عمر کے اثر کے ہمارے پاس اور بھی جوابات ہیں لیکن جب نیموی اس جواب پہ رضا مند ہیں تو ہم اسی پہ اکتفا کرتے ہیں - کیا اس بیان کے بعد بھی یہ تطبیق مولانا مبارکپوری کے نزدیک پسندیدہ اور کافی ہے ؟

قارئین کرام ، غور فرمائیے ، مولانا صاحب کتنی چالاکی سے عبارتوں کو غلط پیرایہ میں بیان کرنے کے عادی ہیں بلکہ اس "فن" میں جس قدر انہیں ید طولیٰ حاصل ہے ، اس کی نشاندہی ہم پہلے بھی کرتے آئے ہیں - ہماری انہی گذارشات سے اس کتاب کی حیثیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا